تلاشِ ذات کا سفر اور پاؤلو کوئیلہو: تعبیر و تجزیہ

Paulo Coelho's Journey of Inner Self

ڈاکٹر نبیل احمد نبیل* / ڈاکٹر محمد ناصر آفریدی**

Abstract:

Paulo Coelho is a distinct Brazilian fiction writer. Though he belongs to Brazil, yet his fiction resonates with all those whose concern it is to fathom Man and his varied and diverse potentialities. Human psychology, human social mores, human beliefs, man's actions and value system, irrespective of time and clime of his brought up; all these factors are discussed by this Brazilian genius. Coelho has been widely translated; his works now have reached almost all corners of the world. His signature wisdom and insight, through the pages of his novels have earned him a pride of place in international literature.

Paulo Coelho has the knack to present profound issues with consummate ease through his fiction. In the present article, two of his novels, The Alchemist and Eleven Minutes have been analyzed from psychological, socio- cultural perspectives. In the Alchemist, the protagonist, Santiago is an individual full of drive and energy, eager to find a treasure? ---- a quest that takes him across the world to Egypt, only to find that real treasure is inherently close at hand; in self- realization of his particular individuality. All through the novel Coelho never lets his readers to feel dejected or despondent. This

*ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، ڈویژن آف آرٹس اینڈ سوشل سائنسز، لوئر مال کیمپس، لاہور

**شعبۂ اُردو، الحمد اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

sanguine point of view of the writer is one of the heights of fiction in this particular work.

In this article, the present scribe has attempted to distinguish how the same sanguine approach manifests itself in Eleven Minutes, a work that deals with the burning issue of sexual violence and exploitation of women. Coelho is of the opinion that exploitation women is not peculiar to any one society; women in both East and the West suffer the same abuse. The only difference is that in the West, women are aware of their predicament while in the East, women are still locked in the fetters of tradition and a sense of shame associated with such issues. Coelho has in a brilliant manner elucidated two different issues with effortless ease. The present article explores how Coelho has managed to create magic in the two novels under review in this article.

کلیدی الفاظ: پاؤلو کوئیلہو، برازیلیئن فکشن رائٹر، الکیمسٹ، گیارہ منٹ، عرب امپیریل ازم، ہسپانوی امپیریل ازم، اسطورہ، جنسی امتیازات، جنسی استحصال، کلچر سماجیات، انسانی نفسیات، انسانی اعتقادات، دانش و حکمت، محبت، اساطیری عناصر، داستانوی عناصر، مسافر، اسفار، تجریدیت، تجسیم، شناخت کا بحران، حزن و ملال، رایگانی۔

پاؤلو کوئیلہو عالمی ادب میں ایک منفرد نام اور مقام کے حامل فکشن نگار ہیں۔ اُن کا تعلق برازیل سے ہے، لیکن اُن کے ادب کا تخاطب پوری دُنیا کے اُن انسانوں سے ہے، جن کا مسئلہ فکشن کے توسط سے انسان اور انسانی معاملات کی فہم حاصل کرنا ہے۔ انسان کی نفسیات، اُس کے سماجی رویے، عادات، اُس کے اعتقادات، اس کے اعمال وافعال اور دُنیا کے کسی بھی سماج میں، انسان کے ذہن و فکر کی پرداخت کس طریقے سے ہوتی ہے اور اس کا طرزِ فکر، کس نوعیت کا حامل ہوتا ہے اور ایک انسان کے دوسرے انسانوں کے ساتھ معاملات کی نوعیت کس طرح کی ہوتی ہے۔ پاؤلو کوئیلہو لکھتے تو برازیلین زبان میں ہیں، لیکن تراجم کے ذریعے اُن کا 'فکشن' دُنیا بھر میں پڑھا جاتا ہے۔ پاؤلو کوئیلہو کے ناولوں کے دُنیا کی متعدد زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔ وہ اپنے ناولوں کے تراجم ہی کے ذریعے عالمی ادب کے اُفق پر جگمگاتی کہکشاں کی طرح جلوہ گر ہیں۔ ان کی حکمت و بصیرت کی کرنیں اُن کے فکر و فن کے توسط سے دُنیائے ادب کے اُفق پر رخشاں و تاباں ہیں۔ وہ بڑے موضوعات کو نہایت سہولت کے ساتھ پیش کرنے کے ہنر

سے بہ خوبی واقف ہیں۔ زیرِ نظر آرٹیکل میں اُن کے دو ناولوں کا سماجی، ثقافتی اور نفسیاتی حوالے سے تجزیہ کیا گیا ہے۔ سینٹیا گو کا کردار ایک متحرک انسان کا پُرجوش اور توانائی سے بھرپور کردار ہے جو خزانے کی جستجو کرتا ہوا مصر پہنچ جاتا ہے، لیکن ایک عرصے کے بعد اُسے اس امر کی پہچان ہوتی ہے کہ خزانہ کہیں اور نہیں ہے بلکہ جہاں سے اُس نے سفر کا آغاز کیا تھا، وہیں موجود ہے۔ ایسی صورتِ حال کو محاورتاً 'چراغ تلے اندھیرا' کے مصداق قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس طرح زیرِ نظر تجزیہ کے ذریعے اپنی ذات کی تلاش اور پہچان کے عمل کو منظرِ عام پر لائے جانے کی سعی کی گئی ہے کہ ایک انسان اپنی ذات کی پہچان کے بعد اپنا کھویا ہوا خزانہ وہیں سے کھوج نکالتا ہے، جہاں سے اُس نے سفر کا آغاز کیا تھا۔ اپنی ذات کی پہچان ہی دراصل تقدیر کو پالینا ہے۔ 'الکیمسٹ' کے پروٹیگنسٹ سینٹیا گو کے کرداری اوصاف سے یہی آگاہی اور ادراک حاصل ہوتا ہے۔ پاؤلو کوئیلہو کا ایک وصفِ خاص یہ بھی ہے، جسے زیرِ نظر آرٹیکل میں تحلیل و تجزیہ کے ذریعے اُجاگر کیا گیا ہے کہ وہ اپنے قاری کو کسی بھی طرح کی بدترین سماجی صورتِ حال میں بھی مایوسی کے اتھاہ سمندر میں غوطہ زن نہیں ہونے دیتے بلکہ وہ ہر حال میں انسان کے اندر اُمّید کا دِیا جلائے رکھتے ہیں۔ ان کے ناول 'الکیمسٹ' کی مقبولیت کے متعدد اسباب و علل میں سے ایک سبب اُن کی مثبت فکر اور رجائیت پسندی کو قرار دیا جا سکتا ہے اور مذکورہ رجائیت پسندی کو 'الکیمسٹ' کی مقبولیت کا ایک عنصر کہا جا سکتا ہے اور فکری و فنی حوالے سے اور بھی بہت سارے عناصر و عوامل ہیں جو 'الکیمسٹ' اور پاؤلو کوئیلہو کی مقبولیت کا سبب ہیں۔ زیرِ نظر آرٹیکل میں پاؤلو کوئیلہو کے ناول "گیارہ منٹ" کا بھی از سرِ نو تعبیر و تجزیہ کیا گیا ہے اور مذکورہ ناول کی متعدد جہات کو موضوعِ مطالعہ بنایا گیا ہے۔ خاص طور سے انسان کے داخلی اور معاشرتی معاملات کی نوعیت کی مختلف جہتوں کا تجزیہ کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مغرب میں مرد اور عورت کے داخلی و فکری مسائل کی بھی نئے سرے سے تصریح و توضیح اور تعبیرِ نو کی گئی ہے۔ مغربی معاشروں میں عورت کا کیا مقام ہے۔ پاؤلو کوئیلہو کے ناول "گیارہ منٹ" کی پروٹیگنسٹ ماریا کے ذریعے اس امر کی بھی نئے سرے سے تعبیر کی گئی ہے کہ مغرب اور لاطینی امریکی ملکوں میں بھی عورت کا جنسی استحصال ہوتا ہے، لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ مغربی معاشروں میں عورت اپنے وجود کے مفاہیم سے آگاہ ہے یا ہوتی ہے اور اسے اس بات کا بھی شعور ہوتا ہے کہ مغرب میں ایک مرد اپنی دولت کے ذریعے عورت کا جنسی استحصال کس طریقے سے کرتا ہے مگر وہ مذکورہ جنسی استحصال کا ادراک بھی رکھتی ہے اور اُسے وہ اپنے سماج سے چُھپاتی بھی نہیں ہے۔ ایسی صورتِ حال یوروپین ممالک کے ساتھ ساتھ بڑی حد تک لاطینی امریکی ممالک میں بھی دیکھنے کو ملتی ہے، جس کا اندازہ پاؤلو کوئیلہو کے تخلیقی کام کے مطالعہ سے بھی آشکار ہوتا ہے اور مغربی ممالک کے لوگ بھی اسی طرح کی صورتِ حال کا کسی نہ کسی صورت میں ضرور شکار

ہوتے ہیں۔ پاؤلو کوئیلہو کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے ناولوں کے پروٹیگنسٹ کے ذریعے مایوسی کا پیغام نہیں دیتے بلکہ اُن کے ناولوں کے کردار ہر حال میں پُر اُمّید رہتے ہیں۔ اس طرح اُن کے قارئین بھی اُن کے ناولوں میں دل چسپی لیتے ہیں اور اُن کے ناولوں کو کئی حوالوں سے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ زیرِ نظر آرٹیکل میں پاؤلو کوئیلہو کے فکر و فن کی متعدد جہات کو منظرِ عام پر لانے کی بھرپور سعی کی گئی ہے۔ پاؤلو کوئیلہو کا برازیلین ہونے کی وجہ سے عرب کلچر کے بارے میں براہِ راست کوئی ذاتی تجربہ نہیں ہے اور پھر یہ کہ برازیل کبھی براہِ راست عرب نو آبادیات کا حصہ بھی نہیں رہا۔ 'الکیمسٹ' میں عربوں کی جو تہذیب و ثقافت ہے اور اُس میں ایک زیریں طور پر عرب امپیریل ازم اور پھر تاریخ کے ایک موڑ پر عربوں کا اسپین میں جو معاملہ رہا تھا اور عربوں کے بعد اسپین امپیریل ازم کی جو برازیل میں صورتِ حال رہی ہے۔ پاؤلو کوئیلہو ایک زاویے سے عرب امپیریل ازم کو دیکھتے ہیں۔ برازیل ایک ایسا ملک ہے جو اسپین کی نو آبادیات کا حصہ رہا اور اسپین پر ماضی قدیم میں مراکش اور عربوں کا براہِ راست تصرف رہا ہے۔ اسپین پر عرب کلچر کے بہت گہرے اثرات رہے ہیں۔ عرب کلچر کے وہاں کی زبان اور سماج دونوں پر کئی لحاظ سے اثرات رہے ہیں۔ پاؤلو کوئیلہو ایک برازیلین کے زاویۂ نظر سے عرب کلچر اور عرب امپیریل ازم کو ایک محفوظ فاصلے سے دیکھتے ہیں۔ وہ اُن کا براہِ راست تجربہ نہیں ہے اور وہ اُن کے پُرکھوں کا بھی تجربہ نہیں ہے۔ اُنھوں نے ایک محفوظ فاصلے سے عرب کلچر کے اسپین پر اثرات کو دیکھا اور دِکھایا ہے اور پھر یہ کہ ہسپانوی کلچر اور زبان کے برازیل پر جو اثرات مرتب ہوئے، اُن کو بھی پاؤلو کوئیلہو نے بڑی خوب صورتی سے بُنا ہے۔ عرب کلچر فی الاصل، مصنف کے براہِ راست اور ذاتی تجربہ کا حصہ نہیں رہا ہے، لیکن اُن کی بُنت، اُن کے تخلیقی اوصاف، اور کسی حد تک اُن کے ذاتی مشاہدے اور تجربے کو نمایاں کرتے ہیں۔ فکشن رائٹر کی حیثیت سے اُنھوں نے قدیم ماضی سے جو چیزیں کشید کی ہیں اور اُن چیزوں اور اُن عناصر کو وہ نئی زندگی تک لے کر آئے ہیں اور پھر یہ کہ لاطینی امریکہ کا جو امپیریل ازم اور اُس کے بعد نیو کولونیل ازم کے تحت جو بُرا حال ہوا، اور اُس کے تحت جو اُن کی معاشرت اور کلچر کے اُوپر، اُن کی اقدار و روایات اور رویوں کے اُوپر اور پھر اُن کے طرزِ فکر کی ساخت کے اُوپر دونوں طرح کے مثبت یا منفی جو بھی اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ وہ بالکل ہی ایک اور نوعیت کے حامل ہیں، جسے شاید 'ڈایاسپورا' طرز کا امتزاج کہا جا سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ پاؤلو کوئیلہو کوئی تاریخ نہیں حوالۂ قلم نہیں کر رہے، وہ تو فکشن لکھ رہے ہیں اور ایک فکشن نگار کے زاویۂ نظر چیزوں کے بطن میں غواصی کر رہے ہیں۔ اُنھوں نے اپنے فکشن کے کرداروں اور اپنے لینڈ اسکیپ کے ذریعے پوری صورتِ حال اور متنوع حالات و واقعات کا خوب صورتی کے ساتھ جائزہ لیا ہے۔ اُن کا اُسلوب گرفت میں لینے والا اور بہت رواں ہے، اُن کے کردار اور وہاں کا لینڈ اسکیپ برصغیر کے لوگوں کے لیے بڑی

حد تک اجنبی ہے۔ ہم وہاں کے کرداروں، معاشرتی پس منظر و پیش منظر، فضا، مجموعی صورتِ حال اور لینڈ اسکیپ سے نامانوس ہیں، لیکن یہ اُن کے قلم کا وصفِ خاص ہے کہ وہ ہمیں اجنبیت کا احساس نہیں ہونے دیتے، جیسے اور حان پامک نامانوس کرداروں اور نامانوس مقامات کو ہمارے لیے اپنے اور مانوس بنا دیتے ہیں۔ یہ اُن کے قلم کی خوبی ہے۔ اسی طرح 'الکیمسٹ' کو پڑھتے ہوئے کہیں قاری کو اجنبیت یا نامانوسیت کا احساس نہیں ہوتا۔ حال آں کہ اُس کا لینڈ اسکیپ، اُس کے کردار، اُس کا کلچر، اُس کا 'لوکیل'، اُس کی انتھروپولوجی بڑی حد تک ہمارے تجربے سے باہر کی چیزیں ہیں۔

صحیح معنوں میں آفاقی شہرت اور قبولِ عام کی سند پانے والے ناول "الکیمسٹ" (کیمیا گر) پر اُس کی اشاعت اور مقبولیت کے بعد سے لکھا جا رہا ہے اور لکھا جاتا رہے گا۔ اس کی بنیادی وجہ اس کا وہ جوہر ہے جو فن کے ساتھ ساتھ فکری سطح پر حکمت و دانش سے بھرپور ہے اور جس میں متعدد انسانی تجربات بلینڈ ہو کر الکیمسٹ کو تخلیقی توانائی عطا کرتے ہیں۔ بعض اوقات ایک نہایت اہم تخلیق کار کی کوئی ایک شہرۂ آفاق تخلیق اپنے کسی مخصوص پہلو کی وجہ سے جہاں اُس کی شناخت بن جاتی ہے، وہیں اس کی دیگر متعدد اہم ادبی تخلیقات کو گمنامی کی طرف بھی دھکیل دیتی ہے اور پھر اس تخلیق کار کو اکثر اُس کی اسی شاہکار تخلیق کے آئینے میں دیکھا اور پرکھا جاتا ہے جو زبان زدِ عام ہو چکی ہو۔ یہ بات معروف برازیلیئن ناول نگار پاؤلو کوئیلہو پر بھی کسی حد تک صادق آتی ہے۔ وہ اور ان کی تصانیف باکمال اور بے مثال شہرت کی حامل ہیں مگر اس کامیابی کی کلید اُن کا پہلا ناول "الکیمسٹ" ہی ہے، جس کی ۲۷ ملین سے زائد کاپیاں دنیا بھر میں فروخت ہو چکی ہیں۔ اِس ضمن میں ایلن رائیڈنگ، اپنے آرٹیکل، "پاؤلو کوئیلہو: رائٹنگ اِن اَے گلوبل لینگویج" میں لکھتے ہیں:

> "ہر نئی کتاب جو وہ برازیلین زبان میں لکھتے ہیں، ترجمے کے (ایک غیر معمولی) عمل میں شامل ہو جاتی ہے، پھر اشاعت، ڈسٹریبیوشن اور مارکیٹنگ کے عمل میں اور پھر ایسا لگتا ہے کہ مسٹر کوئیلہو پیچھے بیٹھ کر بس اس کی سیلز گننے لگتے ہیں۔ مصنف کے خوابوں کی اس دنیا کو کھولنے کی کلید "الکیمسٹ" ہے۔ سینٹیاگو کی ایسی متحرک کر دینے والی اور جوش دلانے والی داستان جو خزانے کی تلاش میں اہرامِ مصر کا سفر کرتا ہے اور اپنے ذاتی اسطورہ اور تقدیر کو پالیتا ہے۔"(۱)

پاؤلو کوئیلہو کے شاہکار ناول 'الکیمسٹ' کو اکثر ناقدین اور تجزیہ نگاروں نے ایک مخصوص تناظر میں دیکھا اور پرکھا ہے اور اس کے بعد دیگر ادبی تخلیقات پر بھی اس کا گہرا اثر پڑا ہے جس کے سبب کئی حوالوں سے آج بھی تشنگی باقی ہے۔ دراصل اس ناول میں داستانوی طرز کا ماحول اور مرکزی قصے میں دل چسپی کا عنصر اس قدر مضبوط و

مربوط اور حاوی ہے کہ دیگر کئی عناصر اور اہم جہات قاری کی نظروں سے اوجھل رہتی ہیں۔ناول میں پاؤلو کوئیلہو ایک خواب کی تکمیل کے لیے ایسا ماحول اور داستانوی فضا تخلیق کرتا ہے جو قاری کو ایک نئی قوت اور توانائی بخشتی ہے اور خود پاؤلو کوئیلہو بھی اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ "الکیمسٹ" کی تخلیق نے اسے کس قدر خوشی، طمانیت اور مستقل مزاجی سے خوابوں کی تکمیل کا راستہ دکھایا۔"بی۔بی۔سی۔ورلڈ" کو دیے جانے والے ایک انٹرویو (۲۰۰۴ء) کے مطابق پاؤلو کوئیلہو کہتے ہیں:

> "میں جو کر رہا تھا اُس پر بہت خوش تھا۔میں کچھ ایسا کر رہا تھا جو 'الکیمسٹ' میں استعارے کے طور پر استعمال کرنے کے لیے مجھے غذا بخش رہا تھا۔میں کام کر رہا تھا، میرے پاس ایک محبت کرنے والا ساتھی تھا، میرے پاس پیسہ تھا، لیکن میں اپنا خواب پورا نہیں کر رہا تھا۔میرا خواب تھا ایک مصنف بننا اور آج بھی میرا یہی خواب ہے۔"(۲)

بلاشبہہ پاؤلو کوئیلہو آج بھی اپنے خواب کی تکمیل میں مسلسل سرگرمِ عمل ہیں، لیکن یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ تخلیقی صلاحیت اور پسندیدگی، ہر دو معاملوں میں تقدیر مذکورہ لاطینی امریکی ناول نگار پر ہمیشہ ہی مہربان رہی ہے۔'الکیمسٹ' کے خالق پاؤلو کوئیلہو اپنی اس معروف تخلیق کے بعد متعدد ناول تخلیق کر چکے ہیں، جن کے دنیا کی متعدد زبانوں میں تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں۔ان کی کتابیں "بیسٹ سیلرز" کی فہرستوں میں ہمیشہ اونچے درجے پر رہتی ہیں اور دنیا بھر کے ادبی حلقوں میں بے حد پسند کی جاتی ہیں۔موجودہ دور میں بھی پاؤلو کوئیلہو، "بیسٹ سیلر مصنفین" کی نئی فہرست میں، سارہ۔جے۔ماس، نیل گیمان، ٹے ری اے جونز، امین مالوف اور کیون کاوان کے ساتھ اعلیٰ درجے پر موجود ہیں۔شہرت کی بلندیوں کو چھونے والے تہتّر سالہ لاطینی امریکی ناول نگار اور موسیقار، پاؤلو کوئیلہو ڈی سوزا، ۲۴ اگست ۱۹۴۷ء کو برازیلیئن ریاست "ریوڈی جنیرو" میں پیدا ہوئے۔ان کی زندگی کے ابتدائی حالات کافی دل چسپ ہیں۔"دی میگس" نامی یورپین میگزین میں "لائف اینڈ لیٹرز" کے عنوان سے شائع ہونے والے ایک مضمون کے مطابق:

> "بیس سال کی عمر کو پہنچنے تک وہ تین بار اس ادارے سے بھاگے جہاں اُن کے والدین نے اُنھیں حصولِ تعلیم کے لیے داخل کروایا تھا۔پھر اپنے والدین کی خواہش کے مطابق قانون کی تعلیم حاصل کرنے کی بھی کوشش کی، لیکن درحقیقت وہ ایک مصنف بننا چاہتے تھے، اس لیے اس ادارے سے بھی فارغ کر دیے گئے۔۱۹۶۰ء تک انھوں نے اپنی زندگی "ہپیوں" کی طرز پر جنوبی امریکہ، شمالی افریقہ، میکسیکو اور یورپ میں گھومتے گھماتے گزاری۔"(۳)

اس کے بعد اُن کا رُجحان مذہبی اور روحانی سرگرمیوں کی طرف مائل ہو گیا۔ انھوں نے اپنی ذات کی پہچان اور ذاتی اسطورہ (مِتھ) کی تلاش کا سفر شروع کیا۔ اکتوبر ۲۰۰۹ء میں اُن پر لکھے گئے، ایک سوانحی آرٹیکل کے میں اُس دور کو اُن کے خوابوں اور زندگی کے مقاصد کی جستجو کا دور کہا گیا، جس میں انھوں نے خود کو کئی کاموں میں آزمایا:

> "دراصل یہ دور اُن کے خواب کی تلاش کا دور تھا۔ وہ خود کو اور حقیقت کو جاننے کے عمل سے گزر رہے تھے۔ برازیل واپسی کے بعد پاؤلو کوئیلہو کی زندگی کا ایک نیا باب شروع ہوا۔ بہ طورِ مصنف اُنھوں نے اپنا کیریر شروع کرنے سے قبل ایک موسیقار، اداکار، صحافی اور تھیٹر کے ہدایت کار کے طور پر بھی کام کیا۔"(۴)

بعد ازاں پاؤلو کوئیلہو نے خود کو مکمل طور پر فکشن کی تخلیق کے لیے وقف کر دیا اور اپنے مذہبی سفر کے متعلق اپنی پہلی کتاب "دی پلگرِیمج" (۱۹۸۷ء) لکھی۔ پھر ۱۹۸۸ء میں 'الکیمسٹ'۔۔۔۔ اور اس کے بعد "ورونیکا ڈیسائیڈز ٹو ڈائے" (۱۹۹۸ء)، "برائیڈا" (۱۹۹۰ء)، "بائے دی رِور پائیڈرا آ سیٹ ڈاؤن اینڈ وَیپٹ" (۱۹۹۴ء)، گیارہ منٹ (۲۰۰۳ء)، "دی زاہر (۲۰۰۵ء)، شیطان اور لڑکی اور "ایڈلٹری (۲۰۱۴ء) جیسی زبردست کتب تخلیق کیں، جن کے اُردو سمیت دنیا بھر کی ۸۱ زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں مگر جو توجہ اور شہرت 'الکیمسٹ' کے حصے میں آئی، وہ دیگر ناولوں کے حصے میں نہ آ سکی۔ اُردو زبان میں بھی صرف 'الکیمسٹ' کو ہی زیادہ سراہا گیا ہے اور ناقدینِ فن کی توجہ بھی اسی کی طرف زیادہ تر مائل رہی ہے۔ یہاں تک کہ مختلف ادوار میں اُردو زبان ہی میں مذکورہ ناول کے ایک سے زیادہ مترجمین نے پہلے سے بہتر انداز میں تراجم کر کے شایع کروانے کی سعی کی، جن میں عمر الغزالی، خالد محمود خان اور سیّد امتیاز احمد کے نام شامل ہیں۔ پاؤلو کوئیلہو کی تصانیف جہاں فلسفیانہ متخیلہ اور حقیقت کا خوب صورت امتزاج نظر آتی ہیں، وہیں نفسیاتی، اساطیری اور ثقافتی عناصر کی بھی بھرپور طریقے سے عکاسی کرتی ہیں۔ پاؤلو کوئیلہو کے دو ناولوں، 'الکیمسٹ' اور 'گیارہ منٹ' کے تخلیقی سفر میں کم و بیش پندرہ سال کا زمانی فاصلہ پایا جاتا ہے، لیکن مذکورہ زمانی فاصلہ نئی صدی میں قدم رکھتے ہی جہاں "گیارہ منٹ" کو نئی ثقافت صورتِ حال، فلسفۂ حیات اور نفسیاتی جہات کا علمبردار ناول بناتا ہے، وہیں "الکیمسٹ" گزشتہ صدی کے نصف آخر کی عصری صورتِ حال اور بدلتی ہوئی ادبی صورتِ حال کا ترجمان نظر آتا ہے۔ تقدمِ زمانی کے اعتبار سے 'الکیمسٹ' کو سبقت حاصل ہے۔ "کیمیا گر" مقصدِ حیات اور خوابوں کو حقیقت تک لے جانے کے فلسفے سے بھرپور ایک نہایت اہم ناول ہے، مذکورہ ناول ۱۹۸۸ء میں منظرِ عام پر آیا۔ ۲۰۰۲ء تک مذکورہ ناول کے دو کروڑ سے زائد نسخے دنیا بھر فروخت ہو چکے تھے، جب کہ ۲۰۰۵ء

تک یہ تعداد بڑھ کر ستائیس ملین 'دو کروڑ ستّر لاکھ' تک جا پہنچی، جن میں سے ۲ء۲ ملین کاپیاں صرف امریکہ میں فروخت ہوئیں۔ ۱۹۲صفحات اور دو حصوں پر مشتمل اس ناول میں بیک وقت کئی نفسیاتی، مابعد الطبیعیاتی ،روحانی، ثقافتی، نو آبادیاتی اور کائناتی موضوعات ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ دنیا بھر کی چھپن (۵۶) سے زائد زبانوں میں ترجمہ ہونے والے اس ناول کو مختلف نقادوں اور تجزیہ نگاروں نے اپنے دور میں، اپنے اپنے انداز سے جانچا، پرکھا اور اس کا محاکمہ کیا ہے جس سے اس کی موضوعی اور متنی تعبیرات کے نئے پہلو سامنے آتے رہے ہیں جو اس ناول کی کامیابی اور مقبولیت میں مزید اضافے کا سبب بنے ہیں۔ 'الکیمسٹ' کی تخلیق کے دس سال بعد "ریوڈی جنیرو" میں لکھی گئی ایک تحریر میں پاؤلو کوئیلہو اس کی زبردست کامیابی کا راز بتاتے ہوئے لکھتے ہیں :

"اس سوال کا واحد، ایمان دارانہ جواب یہ ہے کہ میں نہیں جانتا۔ میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ نوجوان چرواہے، سینٹیاگو کی مانند ہم سب کو اپنے حقیقی مقصدِ حیات کا علم ہونا چاہیے۔ ذاتی مقصدِ حیات کیا ہے؟ یہ خدا کی رحمت ہے۔ یہ وہ راستہ ہے جو خدا نے یہاں، اس دنیا میں آپ کے لیے منتخب کیا ہے، جب بھی ہم کوئی ایسا کام کرتے ہیں جو ہمیں جوش و اشتیاق سے بھر دے، تو ہم اپنی پہچان اور اپنے مقصدِ حیات کی جانب بڑھ رہے ہوتے ہیں، لیکن ہم میں سے ہر ایک میں یہ حوصلہ نہیں ہوتا کہ اپنے خواب کا سامنا کر سکیں۔"(۵)

"کیمیا گر" ایک نوجوان چرواہے، سینٹیاگو کے خوابوں اور مقصدِ حیات کی کہانی ہے جو خزانے کی تلاش میں تھا مگر وہ خزانہ محض دنیاوی مال و دولت کا خزانہ نہیں تھا بلکہ ذات کی پہچان کا خزانہ تھا، محبت اور حقیقی مسرت کا خزانہ تھا۔ اس خزانے کی تلاش میں وہ اندلس کی چراگاہوں سے اہرامِ مصر تک اور پھر مصر کے خوف ناک صحرا سے واپس ہسپانیہ کے میدانوں تک سفر کرتا ہے، اس کا سفر اسے متعدد گاؤں، شہروں، صحراؤں، میدانوں، پہاڑوں اور عجیب و غریب سرزمینوں کی سیر کراتا ہے۔ دورانِ سفر، اس کی ملاقات بھانت بھانت اور طرح طرح کے لوگوں سے ہوتی ہے، جن میں تاجر، اس کی بیٹی "فاطمہ"، سپہ سالار، سوداگر، ڈاکو لٹیرے، کیمیا گر اور کئی پراسرار قوتوں کے مالک مرد و زن سمیت وہ سب لوگ شامل ہیں جو اس کے تجربات اور علم میں اضافہ کرتے ہیں۔ دراصل سینٹیاگو عام چرواہوں کی طرح اَن پڑھ اور بھیڑوں کی طرح ایک ہی ڈگر پر چلنے والا معمولی لڑکا نہ تھا۔ اس کا حلیہ معمولی ضرور تھا مگر اس کا مقصدِ حیات "غیر معمولی" تھا۔ مصنف اس کا تعارف ان الفاظ میں کرواتا ہے:

"وہ سولہ برس کی عمر تک ایک مذہبی درس گاہ میں علم حاصل کرتا رہا ہے۔ اس کے والدین کی خواہش تھی کہ وہ ایک مذہبی عالم بنے اور یوں اپنے سادہ، زراعت پیشہ خاندان کے لیے فخر کا باعث ہو۔ بھیڑوں کی

مانند انھیں بھی محض غذا اور پانی کے حصول کے لیے محنت کرنا پڑتی تھی۔اس نے لاطینی، ہسپانوی زبان اور الٰہیات کی تعلیم حاصل کی، لیکن بچپن سے ہی اسے دنیا کے بارے میں جاننے کا شوق تھا اور دنیا کے بارے میں جاننا اس کے لیے خدا کے بارے میں علم حاصل کرنے اور انسان کے گناہوں سے آگاہی حاصل کرنے سے کہیں زیادہ اہم تھا۔ایک سہ پہر جب وہ اپنے گھر والوں سے ملنے گیا ہوا تھا،اس نے حوصلہ جمع کیا اور اپنے باپ کو بتا دیا کہ وہ پادری نہیں بننا چاہتا بلکہ دنیا گھومنا چاہتا ہے۔"(۶)

اور اس تعارف کے بعد ،پاؤلو کوئیلہو قاری کا ہاتھ تھام کر اُسے دنیا گھمانے لے چلتا ہے۔اس سفر کی رنگینیاں اس قدر دل کش ہیں کہ قاری ان میں کھو کر رہ جاتا ہے۔اصل میں پاؤلو کوئیلہو کلاسیکل اساطیری کرداروں سے اپنے قلم کو توانائی فراہم کرتا ہے اور اپنے تخیل کو تقویت بخشتا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس نے ناول نگاری کے فن کو ایک نئی "کیمیا گری" سے متعارف کرایا ہے۔اس نے مابعد الطبیعاتی علوم کو روحانی علوم کے ساتھ باہم آمیز کر کے ایسا دل چسپ کام کیا ہے، جس میں "گیبرئیل گارسیامارکیز" کی سی طلسماتی حقیقت نگاری کی جھلک بھی ملتی ہے اور "اناطول فرانس "اور "ہرمن ہیسے "جیسی مذہبی فضا کے آثار بھی موجود ہیں۔ اسی لیے "کیمیا گر"بیک وقت ایک مکمل ناول بھی ہے اور فینٹسی فکشن بھی تصور کیا جا سکتا ہے۔اس میں ایک "ایڈونچر فکشن" کی مہم جوئی بھی ملتی ہے اور مذکورہ ناول میں ایک پُراسرار ڈرامے کی سی تفتیش و تحقیق کے عناصر بھی موجود ہیں۔" کیمیا گر" کی تمہید میں بھی پاؤلو کوئیلہو، نرگس نامی ایک نوجوان اور جھیل کے حسن و عشق کی مختصر اساطیری داستان بیان کرتا ہے، جس میں قدیم ماضی بھی ہے اور عصری زندگی کے حقائق کی متحرک تصویریں بھی عدیم النظیر صورتِ حال کی غمازی کرتی ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جسے مذکورہ ناول کی روح کہا جا سکتا ہے۔وہ بڑے مسحور کن طریقے سے انسان کو تلاشِ حقیقت، سچائی، محبت اور جہدِ مسلسل کا پیغام دیتے ہیں۔خاص طور پر اُس نوجوان نسل کو، جس کے قدموں میں پوری دنیا بچھنے کو تیار ہے اور "روحِ عالم "سمیت پوری کائنات اس کی مددگار ہے۔اصل اہمیت اس لگن، جذبے، عقیدے اور حصولِ مقصد کی زبان کی ہے جو انسان کو معجزات برپا کرنے کے قابل بنا دیتی ہے۔مصنف کے مطابق یہ زبان ہر کوئی سمجھتا ہے اور اسے ہر کسی سے سیکھا جا سکتا ہے جیسے سینٹیاگو نے اسے اپنی بھیڑوں سے سیکھا تھا۔اس کے بقول:

"اگرچہ بھیڑوں نے مجھے عربی زبان نہیں سکھائی، لیکن بھیڑوں نے مجھے اس سے زیادہ اہم چیز سکھائی تھی اور وہ یہ کہ دنیا میں ایک ایسی زبان بھی ہے جسے ہر کوئی سمجھتا ہے۔لڑکے نے دُکان میں حالات کو پہلے سے بہتر کرنے کی کوشش کے دوران میں اس زبان کو مسلسل استعمال کیا تھا۔یہ جذبے کی زبان

تھی، محبت اور معنویت کے ساتھ حصولِ مقصد کی زبان۔اُن چیزوں کی تلاش کے ایک جزو کے طور پر، جن میں کوئی یقین رکھتا ہے، جن کی کوئی خواہش رکھتا ہے۔"(۷)

اس طرح پاؤلو کوئیلہو خواب سے عمل اور عمل سے حصولِ مقصد تک کے انسانی سفر کو ایک مثبت نفسیاتی عمل کے طور پر پیش کرتا ہے۔ہر شخص اپنے خوابوں اور اعمال کے پیچھے متحرک اُس نفسیاتی قوت سے واقف ہوتا ہے جو اگر مثبت ہو تو کسی زبردست غیبی مددگار کی طرح اس کی رہنمائی کرتی ہے اور منفی ہونے کی صورت میں گمراہ کر دیتی ہے۔اس کا یہ فلسفہ فرانسیسی وجودیت پسندوں اور روسی مارکسیت کے برعکس "مثبت فکر و عمل" سے بھرپور ہے جس میں نسلِ انسانی کی کامیابی اور مسرت کا راز پوشیدہ ہے۔یہ وہی راز ہے جو پہلی بار سالم کا بوڑھا بادشاہ "ملکی زیدک" اور دوسری بار، صحرا کا کیمیا گر، سینٹیا گو اس کو ان الفاظ میں بتاتے ہیں:

"جب تم کسی چیز کی خواہش کرتے ہو تو پوری کائنات اس کے حصول میں تمھاری مددگار ہوتی ہے۔"

پاؤلو کوئیلہو کا یہ جملہ زبان زدِ عام ہو چکا ہے اور اس مرکزی نقطے کی گہرائی و گیرائی کی وجہ سے ہی دنیا بھر میں "کیمیا گر" کو ایک جوش سے بھرپور مثبت فکر و عمل اپنانے کے لیے ایک مثالی ناول قرار دیا گیا ہے۔یورپی ادبی حلقوں میں اس کے موضوع اور متن کو سمجھنے کے لیے آن لائن آرٹیکلز اور ڈیٹا بیس کی ویب سائٹس بنائی گئی ہیں، جس سے اس ناول میں موجود اشارات، علامات، استعارات، کنایات اور امکانات کی نت نئی تعبیرات سامنے آتی رہتی ہیں۔

یہاں تک کے اسے کئی ممالک میں تعلیمی نصاب کا بھی حصہ بنایا گیا ہے اور اس کے قارئین میں ہر عمر اور جنس کے لوگ شامل ہیں جو دوسروں کو بھی اس کا پیغام سمجھنے کی دعوت دیتے ہیں۔مصنف بذاتِ خود یہ واقعہ بیان کرتا ہے:

"میامی میں، اکیلے ایک گلی سے گزرتے ہوئے میں نے ایک لڑکی کو اپنی ماں سے یہ کہتے سنا۔"آپ کو 'کیمیا گر' ضرور پڑھنا چاہیے"۔مذکورہ ناول کے متعلق، ۲۰۱۵ء میں ایک یورپی مجلّے میں چھپنے والے ایک آرٹیکل میں اس ناول کی تحسین اس انداز میں کی گئی:

"الکیمسٹ ایک پرجوش ناول ہے۔یہ مثبت طرزِ فکر سے بھرپور ہے اور بتاتا ہے کہ کسی بھی چیز کا حصول ناممکن نہیں ہے جب تک اپنی صلاحیتوں پر اس کے حصول کا یقین نہ ہو۔جب سینٹیا گو بوڑھے بادشاہ سے ملتا ہے تو وہ اسے یہی بتاتا ہے کہ جب تم کسی چیز کے حصول کی کوشش میں لگ جاتے ہو تو پوری کائنات تمھاری مددگار ہو جاتی ہے تاکہ تمھارا خواب سچ ہو۔"(۸)

پاؤلو کوئیلہو اپنے ناولوں میں کرداروں کی بھرمار نہیں کرتے۔ اُن کا بیانیہ سادہ اور اسلوب دل کش، جاذبِ نظر اور جاندار ہوتا ہے، لیکن اُن کے اکثر کردار علامتی ہوتے ہیں۔ناول 'کیمیا گر' میں بھی سینٹیا گو، بلور فروش تاجر، انگریز اور صحرائی ڈاکوؤں کے علاوہ تمام اہم کردار علامتی اور استعاراتی ہیں، جن میں بوڑھا بادشاہ، خانہ بدوش عورت اور خود کیمیا گر بھی شامل ہے۔ بعض اوقات ان کے وجود محض ایک وہم محسوس ہوتے ہیں اور کبھی ان پر لڑکے (سینٹیا گو) کے تخیل کی کارفرمائی کا گمان ہوتا ہے۔ بہر حال یہ علامتی کردار، انسان کے ضمیر، پوشیدہ قوتوں اور پراسرار غیبی طاقتوں کی علامت ہیں اور ان کرداروں سے جڑے شگون بھی حیاتِ انسانی سے منسلک کئی پہلوؤں کی ترجمانی کرتے ہیں مگر 'کیمیا گر' کا مرکزی پیغام، خود اعتمادی، قوّتِ ارادی اور مستقل مزاجی سے اپنے خوابوں کے حصول کی کوشش ہے، جس کے لیے نہ تو کیمیا گر کے لیے "سنگِ فلاسفہ اور آبِ حیات" کی ضرورت پڑتی ہے اور نہ ہی سالم کے بوڑھے باشاہ کے دیے ہوئے سیاہ اور سفید پتھروں "یورِم اور تھومم" کی۔

ثقافتی تجزیے کے اعتبار سے یہ ایک منفرد، شاندار اور ایک انتہائی زرخیز ناول ہے، جس میں عرب کلچر کے اسپین کی معاشرت پر اثرات کا تذکرہ کیا جاسکتا ہے اور اسپین امپیریل ازم کے برازیل پر اثرات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ پاؤلو کوئیلہو ہمیں دنیا کے جس جس خطے کی سیر کراتا ہے، وہاں کی تہذیب و ثقافت اور طرزِ تمدن سے بھی روشناس کراتا چلا جاتا ہے۔ اس ناول میں مصنف کا 'ہم سفر بن کر' یا 'شریکِ سفر' ہو کر قاری نہ صرف دنیا کے قدیم شہروں اور عظیم صحراؤں کے عجائبات دیکھتا ہے بلکہ داستانوی اور اساطیری عناصر کے سبب انجانی سرزمینوں کے بھید بھی اس پر ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ مذہب سے لے کر زبانوں تک اور تاریخ سے لے کر فنونِ لطیفہ کی تمام شاخوں تک تمام ثقافتی وظائف اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ اس ناول میں موجود ہیں چوں کہ مرکزی کہانی کا تعلق عرب اور ایفریقی ممالک کی سرزمین سے ہے، اس لیے قدیم مصری اور عرب کلچر کا غلبہ نسبتاً زیادہ محسوس ہوتا ہے۔ صحرائی اور خانہ بدوش قبائل کے طرزِ رہائش، طرزِ فکر، روایات، رویوں، عادات، لباس، پیشے اور عقائد سب پاؤلو کوئیلو کے اسلوب میں زیبایش کے ساتھ مزید دل چسپ محسوس ہوتے ہیں۔ طریفہ اور افریقہ کی سرزمین اور اس کے کلچر کو مصنف نے کئی مقامات پر عمدہ مثالوں سے پیش کیا ہے، مثلاً:

"طریفہ کے بلند مقام پر ایک پرانا قلعہ ہے جو شمالی افریقہ کے بربروں نے تعمیر کیا تھا۔ اس قلعے کی دیوار کی بلندی پر سے افریقہ کی جھلک سی نظر آسکتی تھی۔"

اور پھر جب لڑکا افریقہ پہنچ جاتا ہے تو ایک بالکل مختلف طرزِ حیات کا مشاہدہ کرتا ہے جو اس کے بچپن سے لے کر جوانی تک کے مشاہدے کے بالکل برعکس ہے۔ اس نئے ثقافتی مشاہدہ اور نفسیاتی بدلاؤ پر اس کی سوچ کچھ

اس انداز سے منعکس ہوتی ہے :

"افریقہ کتنا عجیب ہے۔ وہ ایک قہوہ خانے میں بیٹھا تھا۔ یہ قہوہ خانہ بھی ویسا ہی تھا جیسے دوسرے بہت سے جو وہ طنجہ کی تنگ گلیوں میں دیکھ چکا تھا۔ کچھ لوگ ایک بہت بڑے حقے سے تمباکو نوشی کر رہے تھے جس کی نَے وہ ایک دوسرے کی جانب بڑھاتے رہتے تھے۔ چند ہی گھنٹوں میں وہ مَردوں کو ہاتھ میں ہاتھ ڈالے گھومتے، عورتوں کو نقاب سے اپنا منہ چھپائے اور ملاؤں کو بلند میناروں سے اذانیں دیتے دیکھ چکا تھا، جس کے بعد اس کے اردگرد موجود سارے لوگ پہلے گھٹنوں کے بل جھکتے اور پھر سجدے میں چلے جاتے تھے۔

"شاید یہ کافروں کا طریقہ ہے۔" لڑکے نے خود سے کہا۔ اپنے بچپن میں وہ کلیسا میں لگی سینٹ سینٹیاگو میٹامورسس کی تصویر کی جانب دیکھا کرتا تھا جس میں وہ اپنے سفید گھوڑے پر تلوار بے نیام کیے بیٹھا ہے اور اس طرح کے لوگ اس کے قدموں میں جھکے ہوئے ہیں۔ لڑکا شدید بد دلی اور تنہائی محسوس کر رہا تھا۔ یہ کافر لوگ اُسے اچھے نہیں لگ رہے تھے۔"(۹)

کسی اجنبی سرزمین پر ایک نئے احساس سے دوچار ہونا ہمیشہ مسحور کن، حیرت انگیز اور خوش گوار ہی نہیں ہوتا۔ اپنی مخصوص مذہبی و سماجی روایات دہرانے والے سیدھے سادے ذہن کے مالک لوگ جب اتنے وسیع پیمانے پر ایک مختلف صورتِ حال کا سامنا کرتے ہیں تو یہ اچانک تبدیلی اُن کے اذہان میں شکوک و شبہات پیدا کرتی ہے، وہ اپنے عقیدے کو راسخ اور اپنے مذہب کو ہی سچا سمجھتے ہیں۔ نئے اور مختلف طور طریقے اُن کی سوچ پر کیسے اثرات مرتب کرتے ہیں، پاؤلو کوئیلہو نے اسے بڑے متاثر کن انداز میں پیش کیا ہے اور پھر اسی بہت مذہبی نظر آنے والی سرزمین پر وہ سرِ عام لُٹ جاتا ہے۔ ایک نوسرباز، دھوکے ساتھ اُس کی تمام جمع پونجی لے کر فرار ہو جاتا ہے اور وہ کچھ بھی نہیں کر پاتا۔ حال آں کہ اُسے بتایا گیا تھا کہ ساحلی شہروں میں چور بہت ہوتے ہیں۔ اس کے بعد لڑکے کو غریب الوطنی، تنہائی، غربت اور ذہنی انتشار جیسے کئی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، یہاں تک کہ وہ اُداس، شرمندہ، پریشان اور خدا سے شکوہ کناں ہو کر رو پڑتا ہے۔ بلور فروش مسلمان دکان دار جب اس پر مصر جانے کے خواب کی حقیقت آشکار کرتا ہے تو اس کے اور خزانے کے مابین پھیلی ہزاروں میل کے خوف ناک صحرا کی مسافت گویا مایوسی اور ناکامی کی صورت میں اس پر چھا جاتی ہے۔ اس کی ذہنی اور نفسیاتی حالت قابلِ رحم ہو جاتی ہے۔ بقول مصنف:

"لمحہ بھر کو ایسی شدید خاموشی چھا گئی گویا پورا شہر محوِ خواب ہو۔ نہ بازار سے کوئی آواز آتی تھی، نہ تاجروں کے درمیان کوئی بحث ہو رہی تھی۔ میناروں پر کوئی مؤذن نہ تھا، نہ اُمید تھی، نہ مہم جوئی، نہ کوئی بوڑھا بادشاہ تھا، نہ کوئی ذاتی اسطور، نہ خزانہ تھا اور نہ ہی اہرام۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا اس لڑکے کی روح کے

ساتھ پوری دنیا پر بھی خاموشی چھا گئی ہے۔ وہ وہاں بیٹھا رہا اور خالی نظروں سے دروازے کی جانب دیکھتا رہا۔ اس خواہش کے ساتھ کہ وہ مر جائے اور یہ قصہ اسی لمحے میں تمام ہو جائے۔"(۱۰)

ناکامی کے خوف سے چھا جانے والی مایوسی کی کیفیت کی یہ عکاسی پاؤلو کوئیلہو نے بڑے حقیقی اور فطری انداز میں کی ہے، لیکن اکثر لاطینی امریکی ناول نگاروں کے برعکس وہ اپنے مرکزی کردار کو اس ناکامی پر ہیجان زدہ فرد یا نفسیاتی مریض نہیں بناتا بلکہ عین اسی مقام سے وہ ناول کا دوسرا حصہ شروع کرتا ہے جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ زندگی اسی کا نام ہے کہ امید کا دامن نہ چھوڑا جائے، محنت کو مستقل مزاجی سے جاری رکھا جائے، خطرات مول لیے جائیں، لیکن ناکامی کے ڈر سے خواب کا راستہ بند نہ کیا جائے۔ مصنف کا ضرب المثل بن جانے والا یہ جملہ یہاں صادق آتا ہے:

"ایک خواب کے حصول کو ناممکن بنانے والی صرف ایک چیز ہے، ناکامی کا خوف۔"

پاؤلو کوئیلہو نے کیمیا گر کی تخلیق اور اشاعت کے تقریباً چودہ سال بعد، کامیابی اور ناکامی پر بات کرتے ہوئے بڑے تفصیلی انداز میں اپنے خواب کے حصول کی راہ میں آنے والی رکاوٹوں کی وضاحت کی ہے۔ ان کے بقول بچپن سے ہی ناممکن قرار دی جانے والی باتوں پر وقت کے ساتھ ساتھ بدگمانی، خوف اور شرمندگی کی تہیں چڑھ جاتی ہیں۔ پھر بھی مقصدِ حیات کو کھوجنے کی کوشش کی جائے تو اپنے اردگرد موجود لوگوں کی محبت آڑے آتی ہے، لیکن سب سے بڑھ کر تیسری رکاوٹ ہے، جس کے بارے میں ان کا کہنا ہے:

"تیسری رکاوٹ ہے اور دورانِ سفر پیش آنے والی ناکامیوں کا خوف۔ ہم جیسے لوگوں، یعنی اپنے خوابوں کی جدوجہد کرنے والوں کے لیے ناکامی کا دکھ بہت زیادہ ہوتا ہے کیوں کہ یہ پرانا بہانہ ہمارے کسی کام نہیں آتا: "چھوڑو یار! یہ تو میں ویسے بھی نہیں چاہتا تھا۔"

پھر وہ خود سے سوال کرتے ہوئے پوچھتا ہے:

"کیا ناکامیاں ضروری ہیں۔۔۔؟"

بات یہ ہے کہ ضروری ہوں یا نہ ہوں، لیکن پیش تو آتی ہیں، جب ہم اپنے خوابوں کو تعبیر کرنے کی جدوجہد کا آغاز کرتے ہیں تو ناتجربہ کار ہوتے ہیں اور بہت سی غلطیاں کرتے ہیں، لیکن زندگی کا راز یہی تو ہے، سات مرتبہ ناکام ہوں تو آٹھ مرتبہ کوشش کی جائے۔"(۱۱)

اس طرح مصنف انسان کو "حرکت اور گردش" کے اس عظیم فلسفے سے متعارف کراتا ہے جو دراصل ابتدائے آفرینش سے ہی قائم و دائم ہے۔ مصنف اسے "سفر" کا نام دیتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ کائنات کی

ہر شے محوِ سفر ہے۔ ایک عرب کہاوت کے مطابق :"سفر کامیابی کی کنجی ہے۔" اور حرکت میں ہی برکت ہوتی ہے۔ لڑکا بھی سفر کرنا چاہتا تھا اور اس کے نزدیک چالاکی اور ہوشیاری کا حصول سفر سے ممکن تھا جیسا کہ وہ خانہ بدوش عورت کے متعلق سوچتا تھا کہ:" یہ خانہ بدوش بڑے چالاک ہوتے ہیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سفر بہت کرتے ہیں۔" پاؤلو کوئیلہو نے ذاتی طور بھی بہت سفر کیے اور دنیا بھر سے مشاہدات اور تجربات کا خزانہ سمیٹا۔ اسی لیے وہ ناول کا اختتام بھی ایک نئے سفر کی نوید سے کرتے ہیں جو بیک وقت اُمید، حرکت اور جمود کے انکار کی علامت ہے۔ لڑکے کا یہ کہنا:

"فاطمہ۔۔۔۔!میں آرہا ہوں۔"

حقیقی مسرت اور جہدِ مسلسل کا درس دیتا ہے۔ مسلسل کوشش اور بلند حوصلگی ہی انسان کو وہ جذبہ فراہم کرتی ہے جس سے وہ تمام رکاوٹوں کو پار کر کے آخرِکار اپنے ذات کی پہچان، اسطورہ اور اپنے اس ہدف کو پانے میں کامیاب ہو جاتا ہے جو دستِ قدرت نے اس کے لیے تحریر کر رکھا ہوتا ہے اور آخرِکار انسان اس خزانے کو پالیتا ہے جس کی جگہ اس کا دل جانتا ہے۔ پاؤلو کوئیلہو کے بقول:

"یاد رکھو! جہاں تمھارا دل ہے وہیں تم اپنا خزانہ پاؤ گے۔ "

"گیارہ منٹ" نئی صدی کے آغاز پر پاؤلو کوئیلہو نے ادب کو جس نئے ناول کا تحفہ دیا، وہ نہ صرف اپنے موضوع اور اُسلوبِ نگارش کے لحاظ سے منفرد اور نیا تھا بلکہ اس میں خود پاؤلو کوئیلہو بھی ایک نئے اور منفرد افکشن نگار کے طور پر سامنے آئے۔ 'کیمیا گر' جیسے ناول کی بدولت انھیں روحانی موضوعات کا فکشن نگار سمجھا جانے لگا تھا ۔مافوق الفطرت کرداروں اور واقعات کے باعث وہ سماجی حقیقت نگاری سے کسی حد تک دُور اور طلسماتی حقیقت نگاری سے قریب تر محسوس ہوتے تھے، یعنی جس میں ماضی کی بازگشت بھی تھی اور ماضی سے منسلک حقائق کو بھی بلینڈ کر کے ایک نئے انداز کے ساتھ پیش کیا گیا تھا مگر ایک حساس ادیب کبھی اپنے ماحول، سماج اور سماجی صورتِ حال کے اندرونی حقائق سے کٹ کر نہیں رہ سکتا۔ وہ اپنے ارد گرد پھیلی زندگی سے منسلک کُلفتوں، مصائب و مسائل اورانسانوں کی داخلی اور خارجی پریشانیوں پر جو محسوس کرتا ہے، اسے اپنے انداز میں یقیناً پیش کرنے کی سعی کرتا ہے۔ ناول 'گیارہ منٹ' تھمیٹیکی دولت کے حصول اور محبت کی سچی خوشی کے مابین فرق کے متعلق ہے جو اس موضوع پر مصنف کے پہلے سے بہتر اور حقیقی تخلیقی رویے کو سامنے لاتا ہے۔ اگست، ۲۰۰۵ء میں "رائٹنگ اِن اے گلوبل لینگویج" کے عنوان سے لکھے گئے ایک آرٹیکل میں "ایلن رائیڈنگ" نے پاؤلو کوئیلہو کے ایک انٹرویو کو بھی شامل کیا تھا، جس میں مذکورہ موضوع کے ضمن میں اُن کا نقطۂ نظر کچھ اس انداز کا حامل ہے:

''میری ہر کتاب میرے متعلق کچھ مزید ہوتی ہے، لیکن جو چیز مجھے حیران کرتی ہے، وہ یہ ہے کہ مجھے "روحانی ادیب" یا مابعد الطبیعیاتی عناصر کا فکشن نگار کہا جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ خوشی کا تعاقب ایک جھوٹ ہے، جب آپ عقل مند ہو جاتے ہیں تو ایک مقام ایسا آتا ہے کہ سب کچھ بدل جاتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ روشنی اور الہامی پیغام روزمرہ کی زندگی میں ہی آتے ہیں۔ میں خوشی، سکون اور امن کا متلاشی ہوں۔ اگر میں یہ کام محض پیسہ کمانے کے لیے کر رہا ہوتا تو کئی سال پہلے ہی لکھنا بند کر چکا ہوتا۔''(۱۲)

''ناول گیارہ''منٹ کو پڑھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ پاؤلو کوئیلہو روحانی سے نفسیاتی اور معاشرتی و ثقافتی فکشن رائٹر کی طرف سفر کا آغاز کر چکے ہیں۔ بلاشبہ نئی صدی اور نیا دور اس حقیقت کا متقاضی بھی تھا، لیکن ایک بیسوا کی زندگی جیسے حسّاس موضوع پر قلم اٹھانا، جہاں اُن سماجی حقائق کی پردہ کشائی کرنا تھا جو انتہائی خوف ناک، دہشت انگیز، پریشان کن اور ناقابلِ برداشت ہیں، وہیں خوابوں کا سفر کرانے والے مصنف کے لیے ایک چیلنج بھی تھا کہ 'کیمیا گر' جیسے ایک اہم اور منفرد موضوع کی زبردست کامیابی کے بعد ایسا ناول پاؤلو کوئیلہو کے قارئین اور اُن کی شہرت دونوں کو متاثر کر سکتا تھا اور پاؤلو کوئیلہو کو بہ ذاتِ خود اس کا احساس تھا۔''گیارہ منٹ'' کے دیباچے میں وہ مذکورہ ناول کی اشاعت سے قبل پیش آنے والا ایک دل چسپ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب اُن کے ایک ضعیف العمر مدّاح نے اُن کی کتابوں کی تحسین اور اہمیت کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہا تھا:

'یہ مجھے خوابوں کی دنیا میں لے جاتی ہیں'۔ تو پاؤلو کوئیلہو کے تأثرات ہمیشہ کی طرح پر مسرت ہونے کی بجائے کچھ یوں تھے:

"اُس لمحے میں نہایت خوف زدہ ہو گیا تھا کیوں کہ میں جانتا تھا کہ میرا ناول "گیارہ منٹ" ایک ایسے موضوع پر مبنی تھا جو ناقابلِ برداشت، کٹھن اور انسانی صورتِ حال کے متعدد حوالوں سے دہشت انگیز تھا۔''(۱۳)

لیکن مذکورہ خوف کی کیفیت کے باوجود پاؤلو کوئیلہو نے اپنی شہرت پر اپنی ادبی و اخلاقی ذِمہ داری کو ترجیح دی اور اپنے مذکورہ کاٹ دار اور کسی حد تک سفاکانہ طنز پر مشتمل موضوع پر مبنی ناول کا انتساب اُسی ضعیف العمر مدّاح کے نام کرتے ہوئے لکھا:

"مارس گراؤلین، یہ کتاب میں تمھاری نذر کرتا ہوں۔ مجھ پر تمھاری، تمھاری بیوی اور پوتی / نواسی اور ان معاملات کی ذمہ داری ہے جن کا تعلق مجھ سے ہے، نہ کہ صرف ان باتوں کی جنھیں ہر کوئی سننا چاہتا ہے۔ کچھ کتابیں ہمیں خوابوں اور تخیل کی دنیا میں لے جاتی ہیں اور کچھ ہمیں سماجی حقیقت سے روشناس

کراتی ہیں، لیکن ایک مصنف کے لیے سب سے اہم چیز تخلیقی ایمان داری ہے جس کی روشنی میں ایک کتاب لکھی جاتی ہے۔"(۱۴)

اپنی بیش تر کتب کی روایت کو قائم رکھتے ہوئے، پاؤلو کوئیلہو اپنے اس ناول "گیارہ منٹ" کی ابتدا بھی انجیلِ مقدس کی چند سطور اور ایک اساطیری گیت سے کرتا ہے جو ایک طرف عورت کے کثیر الجہتی نفسیاتی اور معاشرتی معاملات پر روشنی ڈالتا ہے اور دوسری جانب اس کی فطرت میں موجود گناہوں سے پاکیزگی کی خواہش، وفاداری، محبت، پر خلوص لگن اور متضاد کیفیات کی غمازی کرتا ہے۔ "گیارہ منٹ"، ایک طوائف (ماریا) کی زندگی کی کہانی ہے، جسے "جنس کی مقدس داستان" بھی کہا گیا ہے۔ مذکورہ ناول کا مطالعہ اگر ایک عام قاری کے زاویۂ نظر سے کیا جائے تو یہ جنسیات کی جدید تحقیق پر مبنی ایک کلب ڈانسر یا جسم فروشی کا دھندا کرنے والی ایک لڑکی کی کہانی معلوم ہو سکتی ہے مگر ایک ادبی ذہن اور تنقیدی بصیرت رکھنے والے شخص کے لیے مذکورہ ناول جدید تنقیدی نظریات اور ادبی تعبیرات و امکانات کے حوالے سے بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ بین السطور مفاہیم، متنی اوصاف و خصائص، تخلیقی ہُنر مندی اور نفسیاتی گہرائی و گیرائی کے سبب یہ ناول ناقدین اور تجزیہ کاروں کی توجہ کا متقاضی ہے۔ ادبی نقاد "ساباڈو مارسو" "جینز کریٹیسزم" کے حوالے سے لکھے گئے، اپنے ایک مضمون میں اس ناول کے متعلق لکھتے ہیں:

> "شاید کئی لوگ اس ناول کو محض جنس (سیکس) اور جسم فروشی کے پیشے پر مبنی کتاب سمجھنے کی غلطی کریں گے، جب اُنھیں یہ معلوم ہو گا کہ مذکورہ ناول کو "گیارہ منٹ" کا عنوان کیوں دیا گیا اور ایسا عنوان کیوں ہے؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے بیانیے کے روایتی انداز میں یہ نام 'گیارہ منٹ' دیا گیا ہے کیوں کہ یہ سیکس یا جنسی معاملت کا دورانیہ ہے اور ناول کا مرکزی کردار ایک بیسوا ہے۔ تاہم یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ماریا سچی محبت کی متلاشی ہے، اس لیے، یہ رومانوی ناول بھی ہے۔ صنفی تنقید کی تکنیک استعمال کریں تو مذکورہ ناول یہ ثابت کرتا ہے کہ ایسی کوئی بھی چیز نہیں ہے، جسے محبت کے نام پر نہ کیا جا سکے کیوں کہ سچی محبت کے لیے کی گئی ہر چیز قابلِ قدر ہوتی ہے۔ بالکل ویسے ہی جیسے "رالف" نے ماریا کے ساتھ کیا۔ اُس نے ماریا کو اس کے تاریک ماضی کے باوجود پورے دل سے قبول کیا۔ مسئلہ یہ نہیں ہے کہ وہ (ماریا) کیا ہے اور کہاں سے آئی ہے؟ واحد چیز جو اہمیت کی حامل ہے، وہ یہ ہے کہ ماریا، وہ (عورت) ہے، جس نے اس سے (رالف سے) محبت کی۔ محبت کو کسی بھی شے کی ضرورت نہیں ہوتی، صرف احساس ہے جو ہر شے سے اہم ہے۔ محبت کا ایک ایسا احساس جو اصلی اور حقیقی ہو۔"(۱۵)

ادبی تنقید میں "صنفی تنقید یا جینز کریٹیسزم" ایک ایسی تکنیک ہے جس میں تحریر یا تقریر میں موجود علامتی آرٹیفیکٹس کے مطابق اُس کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ یہ ایک تنقیدی اپروچ اور مہارت یا تنقیدی صلاحیت پر

مشتمل ایک ہنر مندی ہے جو ادبی کام کا تجزیہ، تعبیر اور جانچ پرکھ کو اس کے جینز یا میڈیم کے مطابق کرنے پر زور دیتی ہے۔اس حوالے سے 'گیارہ منٹ' ایک شان دار اور منفرد نوعیت کا حامل ایک ناول ہے، جسے محض ایک جنسیاتی کتاب یا شہوت انگیز ناول سمجھنا، اس کے ساتھ صریحاً بے انصافی ہو گی۔اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ پاؤلو کوئیلہو خود بھی محبت کو "نِری محبت" یا خالص محبت کے نظریے سے دیکھتا ہے۔اس کا ماننا ہے کہ ہم کسی سے محبت کرتے ہیں کیوں کہ ہم بس محبت کرتے ہیں، محبت کرنے کے لیے کسی وجہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

برازیلیئن زبان میں شائع ہونے والے ناول 'گیارہ منٹ' کو "مارگریٹ جل کوٹسا" نے انگریزی زبان میں منتقل کیا۔اردو زبان میں اس کا ترجمہ "عدیل احمد" نے کیا ہے، جسے اشاعتی ادارے 'فکشن ہاؤس، لاہور' نے ۲۰۱۷ء میں شائع کیا تھا۔ناول کا مرکزی قصہ بہت سادہ ہے مگر کرداروں کی نفسیاتی اور ذہنی کیفیت کے ساتھ ساتھ واقعات کا دل چسپ تانا بانا مذکورہ ناول کو حقیقت سے قریب تر کر دیتا ہے اور یہی پہلو مذکورہ ناول کے موضوع کو مزید اہم بناتا ہے۔اپنی ذات کی پہچان اور تلاش، اصل شناخت اور مہم جوئی کی متلاشی "ماریا"، اندرون برازیل کے ایک قصبے میں آباد، غریب درزن اور ٹریول سیلز مین کی بیٹی تھی۔سیدھی سادی معصوم ماریا کی آنکھوں میں ہر لڑکی کی طرح سیدھے سادے خواب تھے۔ایک خوب رُو شہزادے کے خواب، گھر بسانے کے خواب اور بال بچوں کی خواہش، لیکن گیارہ سال کی عمر میں اسے اپنی پہلی ناکام محبت کا تجربہ ہوا۔پھر پندرہ برس کی عمر تک اس نے تعلیم کے ساتھ ساتھ ایک مہم جُو ساتھی کی تلاش جاری رکھی اور پھر ایک اور لڑکے کی محبت میں مبتلا ہو گئی۔اس کا انجام بھی پہلی محبت جیسا ہی ہوا اور پھر تیسری اور چوتھی محبت کا بھی انجام بخیر نہ ہوا۔سترہ سال کی عمر تک وہ محبت سے خائف اور اپنے کنوارے پن سے محروم ہو چکی تھی۔ جنسی لذت کے حصول کے لیے، مرد اُسے غیر ضروری، پُر خطر اور حیرت انگیز لگے۔البتہ جن چیزوں کو اس نے شوق سے اپنایا تھا، وہ دو، کام تھے؛ڈائری لکھنا اور خود لذتی۔انیس سال کی عمر میں وہ اپنی محبت میں مبتلا غمگین و فسردہ باس کو چھوڑ کر نئی اُڑانیں بھرنے کو تیار تھی۔اس اڑان سے ماریا کی تکلیف، تنہائی اور تلاش کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوتا ہے جو ایک غلط پیشے کے انتخاب کی وجہ سے اس کے لیے روح کی تکلیف اور نفسیاتی پریشانی کا سبب بن گیا۔وہ دنیا کو اپنی مہم جوئی سے زیر کرنا چاہتی تھی کیوں کہ بغیر کسی ایڈونچر (بغیر مہم جوئی) کے اُس کی دنیا رُوکھی پھیکی اور خالی پن کا شکار تھی۔بقول میلان کنڈیرا:

"ہماری زندگی کی سب سے بڑی مہم جوئی، ہماری زندگی کا مہم جوئی سے تہی ہونا ہے۔"(۱۶)

دنیا کو فتح کرنے یا زیر کرنے کی خواہش اسے "جنیوا" (سوئزرلینڈ تک) لے گئی۔وہ ایک "سامباڈانسر" اور ماڈل بننا چاہتی تھی، لیکن انسان کو ہمیشہ ہر چیز اُس کی من پسند اور اس کی اُمید کے مطابق نہیں ملتی۔ماریا اُن خطروں

سے آگاہ نہ تھی جو ایک دھوکے سے بھرپور پردیس میں اس کے منتظر تھے۔ماڈلنگ میں ناکامی، غریب الوطنی اور بنیادی ضرورتوں کی خاطر اُس نے ایک مشکل، بدنام اور غلط پیشے کا انتخاب کیا۔پے در پے مسائل اور ''کوپاکبانہ''میں مختلف قسم کے مردوں اور عورتوں کو جاننے کے بعد، ماریا نے اپنی ڈائری کے علاوہ ہر چیز کے لیے محبت کے دروازے بند کر دیے۔بائیس برس کی عمر تک وہ ''میلسن''اور ''راجر''جیسے کئی مردوں کے ہاتھوں جنسی استحصال کا شکار ہو چکی تھی مگر اُسے بدلے میں صلہ کچھ نہ ملا تھا۔پھر اس کی ملاقات ایک عمر رسیدہ عرب سے ہوئی، جس نے ملازمت کی بجائے اُسے ایک رات اور ایک ڈِرنک کے بدلے ایک ہزار فرانک کی پیش کش کی تو 'ماریا' رو پڑی۔فیصلے کے اس انتہائی نازک مقام پر مصنف نے ماریا کے جذبات اور نفسیات کو بڑی نفاست سے بیان کیا ہے اور ساتھ ہی ایک عرب علاقے سے تعلق رکھنے والے کردار کے پردے میں عربوں کے رویوں اور ذہنی و نفسیاتی تضادات کی بھی عکاسی کی ہے:

> ''اس کی ظاہری آزادی کے باوجود اُس کی زندگی اُن نہ ختم ہونے والے لمحات پر مشتمل تھی جو کسی معجزے، سچی محبت اور ایسی مہم جوئی کے انتظار میں گزرتے تھے جن کا اختتام اتنا ہی رومانوی ہو جیسا کہ وہ فلموں میں دیکھ چکی تھی اور کتابوں میں پڑھ چکی تھی۔کسی مصنف نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ وقت انسان کو نہیں بدلتا، نہ ہی علم، ایک واحد چیز جو کسی کے ذہن کو بدل سکتی ہے، وہ محبت ہے۔یہ کیا بکواس ہے! جس شخص نے یہ الفاظ لکھے تھے، وہ واضح طور پر تصویر کے ایک رخ سے واقف تھا۔بلاشبہ محبت ان چیزوں میں سے ایک تھی جو ایک لمحے میں کسی کی زندگی کو تبدیل کرنے کی اہلیت رکھتی تھی، لیکن تصویر کا دوسرا رخ بھی تھا۔ایک دوسری چیز جو کہ ایک انسان کو ایک یکسر مختلف راستہ اپنانے پر مجبور کر سکتی تھی جس کا اُس نے منصوبہ بنایا تھا، اُسے نا اُمیدی کہا جاتا تھا۔ہاں، شاید محبت واقعی کسی کو تبدیل کر سکتی تھی، لیکن مایوسی زیادہ تیزی سے اثر کرتی تھی۔اُسے کیا کرنا چاہیے؟ کیا اُسے واپس برازیل بھاگ جانا چاہیے، فرانسیسی زبان کی معلم بن جانا چاہیے اور اپنے سابقہ باس سے شادی کر لینی چاہیے؟ کیا اُسے ایک قدم آگے بڑھانا چاہیے، آخر ایک رات ہی کی تو بات تھی۔''(۱۷)

دراصل ماریا شدید نوعیت کے حامل داخلی خلفشار اور شدید نوعیت کی حامل کشمکش کا شکار تھی جو اُس کے بقول:

''ایک موقع تھا یا امتحان تھا جو کنواری مریم اُس سے لے رہی تھی؟ اور عرب کی پیش کش قبول کرنے کے بعد وہ اپنی ڈائری میں اس کا اعتراف بھی کرتی ہے کہ اس کے پاس ''ہاں یا نہ''کے سوا کوئی اختیار نہیں تھا۔وہ برازیل سے کوسوں دُور معاشی مسائل سے بھی نبرد آزما تھی:

"میں ہر قسم کے طور طریقوں کے ذریعے اپنے ردِ عمل کا اظہار کر سکتی تھی، لیکن بہت سے لوگوں کی طرح میں نے بھی یہ قسمت پر چھوڑ دیا کہ مجھے کس راستے کو اپنانا چاہیے۔ اگرچہ میری تقدیر مجھے قانون اور سماج سے باہر رکھ سکتی ہے، تاہم فقط میں ہی ایسی نہیں ہوں۔ اگرچہ سب لوگ برابر ہیں، تاہم ہم میں سے کوئی بھی خوش نہیں ہے۔"(۱۸)

تقدیر، توکل اور قناعت ایسے اہم سماجی، نفسیاتی، ثقافتی، روحانی اور آفاقی موضوعات ہیں، جن پر پاؤلو کوئیلہو جیسے روحانی ادیب کہلانے والے فکشن نگار کے ہاں بھی ایک گومگو سی کیفیت ملتی ہے۔ اس میں اس فلسفے کی واضح جھلک بھی ملتی ہے جو "روسو" کے نقطۂ نظر کے مطابق: "انسان آزاد پیدا ہوا مگر ہر قدم پر پابہ زنجیر ہے۔ "میں مخفی ہے۔ انسان، تقدیر کے تابع ہے یا اپنی تقدیر اپنے ہاتھوں سے بناتا ہے؟ تقدیر کے فیصلوں پر قناعت، سعیِ مسلسل سے انکار ہے یا توکل کا اقرار؟ یہ ایسے سوالات ہیں جن کا جواب فراہم کرنے کی فلسفیوں، صوفیوں، تخلیق کاروں، دانش وروں اور ناول نگاروں نے بہر حال اپنی اپنی بصیرت کے مطابق کوشش کی ہے، لیکن اس طرح کی کوشش چوں کہ صنفی اور ادبی تقاضوں کے ساتھ ساتھ کہانی کی بھی محتاج ہوتی ہے، اس لیے اس کی توضیح و تصریح اور تعبیر ہر شخص اپنے ذاتی عقیدے، یقین اور ماحول کے مطابق کرتا ہے۔ ماریا کی داستان، اس لڑکی کی سچی کہانی ہے جس نے برازیل میں پاؤلو کوئیلہو کا ناول "کیمیا گر" پڑھا تھا۔ وہ بھی چرواہے کی طرح اپنے خوابوں اور خزانے کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی تھی مگر اُس نے اپنے لیے جس راستے کا انتخاب کیا تھا، شاید وہ راستہ صحیح نہیں۔ وہ چرواہے کی طرح تعلیم یافتہ ضرور تھی مگر تربیت یافتہ نہیں تھی۔ اس نے اپنے بچپن ہی سے جنسی ہیجان (مشت زنی) سے لطف اُٹھانا سیکھا تھا۔ مرد اور عورت کے جنسی فرق پر شکوہ کناں ہوئی اور اپنے اندر ایک روحانی، اخلاقی اور پاکیزہ مذہبی طاقت موجود ہونے کے باوجود اس سے فائدہ نہ اٹھایا۔ تاہم پاؤلو کوئیلہو نے ماریا کی داستان کو زیبِ قرطاس کر کے یا صفحۂ قرطاس پر لا کر اپنی سماجی اور ثقافتی، تخلیقی اور ادبی ذمہ داری بہ خوبی نبھائی ہے۔ پاؤلو کوئیلہو کے ایک امریکی ناشر "ہارپر کولنز" اس کے ناول 'گیارہ منٹ' کے متعلق لکھتے ہیں:

"اس (پاؤلو کوئیلہو) نے یہ خیال "اَروِنگ والَیس" کے ادبی و تخلیقی کام "سات منٹ" سے اخذ کیا ہے، لیکن وہ اپنے اخذ و استفادہ کو آگے لے کر گئے ہیں۔ وہ اسی موضوع کی طرف واپس آیا ہے جس پر اُس نے پہلے "بائے دی رِوَر پائیڈرا آئی سَیٹ ڈاؤن اینڈ وَیپٹ" (۱۹۹۶ء) میں قلم اُٹھایا تھا۔ ایک ایسی داستان جس میں جنس (سیکس) اور خدا ایک مزے دار مایونیز کے آمیزے میں گھل جاتے ہیں۔ 'گیارہ منٹ' کی کہانی جو ہمیں یاد دلاتی ہے کہ سیکس مقدس ہے، زیادہ متاثر کن اور یہ ناول قائل کر دینے والے انداز میں لکھا

گیا ہے۔شاید یہی وجہ ہے کہ مذکورہ ناول حقیقی زندگی سے ماخوذ معلوم پڑتا ہے۔ پاؤلو کوئیلہو کہتا ہے کہ اُس کی کہانی نے اس وقت جنم لیا جب سونیا نامی بیسوا(ماریا) اس سے ملی تھی اور اُس نے مصنف سے یہ سوال کیا تھا کہ:

"کیا وہ جانتا ہے کہ محبت کے بغیر جینا کیسا ہوتا ہے؟"(۱۹)

ایک اور اہم نکتہ جو اس ناول کا زبردست محرک معلوم پڑتا ہے، وہ اپنی مٹی سے محبت ہے۔ پاؤلو کوئیلہو کم عمری میں ہی کئی ممالک کا سفر کر چکا تھا، لیکن دنیا گھومنے کے باوجود اُسے سکون اپنے وطن میں ہی ملتا ہے یعنی 'جو مزہ اپنے چوبارے، وہ نہ بلخ بہ بخارے'۔ وہ ایک سادہ مزاج شخص ہے جو خود کو کوئی "سیلیبیریٹی" نہیں مانتا۔ اُس کا کہنا ہے:

"میرے پاس پانچ سو ٹی۔وی چینلز ہیں اور میں ایک ایسے گاؤں میں رہتا ہوں جہاں ایک بیکری تک نہیں ہے۔"(۲۰)

اسی لیے 'الکیمسٹ' کے پروٹیگنسٹ 'سینٹیاگو' کی طرح 'ماریا' بھی اپنی تمام تر مہم جوئی، تکالیف، اداسی اور مایوسی کے باوجود اپنے آبائی وطن کو کبھی نہیں بھول پائی۔ پاؤلو کوئیلہو اپنے کرداروں کے توسط سے حب الوطنی کا جذبہ بھی بیدار کرتا ہے اور یہ پیغام بھی دیتا ہے کہ انسان کی اصل شناخت اور محبت اپنی مٹی سے جڑت میں ہوتی ہے۔ اپنی ذات کی گہرائی و گیرائی انسان کو اپنی دھرتی کی جڑوں میں ہی ملے گی۔ پردیس میں انسان مشاہدات اور تجربات ضرور کر سکتا ہے، لیکن وہاں نہ تو انسان کو ہر چیز اُس کی اُمید اور اُمنگوں کے مطابق تیار ملے گی اور نہ ہی اپنی اُداسی، تنہائی اور غم غلط کرنے کے لیے اُسے کچھ بھی میسر آسکے گا۔ اسی لیے ناول "گیارہ منٹ" کے اختتام تک ماریا برازیل واپس آنے اور وہاں ایک فارم بنا کر پر مسرت خانگی زندگی گزارنے کی خواہش مند محسوس ہوتی ہے۔ مہینوں ،ہفتوں اور دنوں تک روزانہ کیلنڈر دیکھنے، واپسی کے لیے پیسہ جمع کرنے اور منصوبہ بندی کرنے کے بعد آخرِ کار وہ اپنے وطن کے لیے پرواز کر گئی، لیکن ائیر پورٹ پر "رالف" گلدستہ تھامے اُس کا منتظر تھا۔ یہ "رالف" کی محبت کا وہ اظہار تھا جو محبت سے مسلسل انکار اور خاموشی کے سبب اب ناگزیر ہو چکا تھا اور میلان کنڈیرا "وجود کی ناقابلِ برداشت لطافت" میں کہتا ہے:

"خاموشی محبت کی جان نکال دیتی ہے۔"(۲۱)

مگر 'رالف' کا یہ اظہارِ محبت ایک بار پھر ماریا کو دوراہے پر لا کھڑا کرتا ہے اور تب اس نے یہ سوچا:

"اس کے پاس جوانی کے دن باقی تھے، اُسے زندگی کا خاصا تجربہ ہو چکا تھا اور اُسے روحانی آزادی حاصل

تھی۔اس کے باوجود، جیسا کہ ہمیشہ ہوتا رہا تھا، تقدیر نے اُس کے لیے ایک مرتبہ پھر یہ انتخاب کیا تھا، کہ وہ خطرہ مول لے۔"(۲۲)

ماریا کے مرکزی کردار کے علاوہ پاؤلو کوئیلہو نے "رالف ہارٹ" (مصور)، "راجر" (خواتین کو پھسلانے والا مَنی میکر)، "میلان" (کوپا کبانہ کلب کا مالک)، "نایا" (فلپائنی طوائف)، "ہیڈی" (لائبیریری کی منتظم) اور "ٹیرینس" کے کردار بہت خوب صورتی اور مہارت سے تراشے ہیں۔لاطینی امریکی، اسکنڈے نیوئن اور یوروپی سماج کے کلچر اور انسانی نفسیات کو سمجھنے اور ثقافتی تغیرات و تضادات کو جاننے کے لیے مذکورہ تمام کردار نہ صرف معاون ثابت ہوتے ہیں بلکہ آفاقی سطح پر بھی انسانی مصائب و مسائل کو سامنے لا کر قارئین کو حقیقت کے نئے منطقوں سے رُوشناس کراتے ہیں۔خاص طور پر رالف ہارٹ اور ٹیرنس کے کردار انسانی فطرت کی دو الگ اور بالکل متضاد کیفیات کی عکاسی کرتے ہیں۔وہ دونوں محبت میں بے وفائی کی وجہ سے زندگی سے خائف ہیں مگر جہاں رالف کو اپنے فنِ مصوری اور "ماریا" میں پاکیزہ روشنی نظر آتی ہے، وہیں "ٹیرنس "ڈپریشن (ذہنی خلفشار) کا شکار ہو کر کُلفت اور خوشی کی انتہاؤں کی تلاش میں نکل پڑتا ہے۔وہ اپنے "سیڈومیزوک اِزم" میں ماریا کو شامل کرتا ہے اور ایک رات کی منہ مانگی قیمت ادا کر کے ماریا کو نئے جنسی کھیلوں، رویوں اور فرحت و انبساط کے ساتھ ساتھ کرب کے ایک انوکھے تجربے سے ایک دفعہ پھر آشنا کرتا ہے۔اس طرح وہی کشش جو رالف کو ہمیشہ کے لیے ماریا کے قریب لے آتی ہے، ٹیرنس کی منفیت کے باعث محض وقتی مہم جوئی بن کر رہ جاتی ہے۔

پاؤلو کوئیلہو کے ناول 'گیارہ منٹ' کی فنی تکنیک بہت اہمیت کی حامل اور شان دار ہے۔مصنف نے ماریا کی ڈائری کو اپنے مذکورہ ناول میں ایک تیکنیک کے طور پر بروئے کار لانے کی بھرپور اور کام یاب سعی کرنے کے ساتھ ساتھ، رومانوی فلموں کے سے انداز اور فرضی و طلسماتی داستان جیسی جزئیات سے بہت معنی خیز کام لیا ہے۔ناول کا آغاز اور اختتام ان الفاظ سے ہوتا ہے کہ: ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ماریا نامی ایک بیسوا رہا کرتی تھی اور پاؤلو کوئیلہو کا ماننا ہے کہ ایسا آغاز بچوں کی فرضی داستانوں میں ہوتا ہے، لیکن چوں کہ ہمارا ایک پاؤں فرضی داستان اور دوسرا اتھاہ گہرائی اور گیرائی میں ہوتا ہے۔اس لیے اس طرح کا آغاز ٹھیک ہے اور اختتامیہ سطور کے مطابق ماریا کی یہ خواہش ہے:

"اگر کسی دن کسی نے اُس کی کہانی سنانے کا فیصلہ کیا تو وہ چاہے گی کہ اس کا آغاز اسی طرح سے کیا جائے، جیسے تمام فرضی داستانیں شروع ہوتی ہیں، یعنی:

"ایک دفعہ کا ذکر ہے۔۔۔"!

یعنی ایک فلم اور ایک فرضی داستان کا آغاز و اختتام اکثر و بیش تر پُر مسرت ہوتا ہے جیسا کہ ماریا کی کہانی کا بتایا گیا ہے۔ شاید اس لیے کہ قارئین اور ناظرین یہی پڑھنا اور دیکھنا چاہتے ہیں۔ اسکرین پر "ختم شد" کے الفاظ کے بعد حاضرین یہ سمجھتے ہیں کہ آج کے بعد وہ ہمیشہ خوش رہیں گے، لیکن حقیقت کا چہرہ اس کے برعکس بے حد خوف ناک ہے۔ اس انداز کی حامل تلخ سماجی حقیقت نگاری کا واضح اظہار پاؤلو کوئیلہو نے ماریا جیسے پروٹیگنسٹ کی زبانی کروایا ہے۔ ائیر پورٹ پر رالف کی آمد کے بارے میں سوچتے ہوئے، وہ یہ حقیقت آشکار کرتی ہے :

"فلموں میں کبھی یہ نہیں بتایا جاتا کہ اس کے بعد کیا ہوتا ہے"، اس نے خود کو دلاسا اور تسلی دیتے ہوئے سوچا۔ شادی، کھانا پکانا، بچے، پہلے سے کہیں قلیل الوقوع سیکس، اس کی بیگم کی جانب سے پہلا نوٹس، اس کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ، اس کا وعدہ کہ ایسا دوبارہ کبھی نہیں ہو گا، ایک دوسری بیگم کی جانب سے دوسرا نوٹس، ایک اور محاذ آرائی اور اس مرتبہ چھوڑ دینے کی دھمکی، اس مرتبہ مرد کم شدت سے اپنا ردِ عمل ظاہر کرتا ہے اور محض اسے یہ بتاتا ہے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔ تیسری بیگم کی جانب سے تیسرا نوٹس اور کچھ نہ کہنے اور یہ ظاہر کرنے کا فیصلہ کہ وہ کچھ نہیں جانتی کیوں کہ وہ شاید اسے یہ کہہ دے گی کہ اب وہ اس سے محبت نہیں کرتا اور یہ کہ وہ اسے چھوڑ کر جانے میں آزاد ہے۔

نہیں، فلموں میں کبھی یہ سب نہیں بتایا جاتا۔ وہ اصل زندگی شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جاتی ہیں۔ اس کے بارے میں زیادہ نہ سوچنا ہی بہتر ہے۔"(۲۳)

اس طرح مصنف، 'ماریا' کی داستان کے پسِ پردہ بہت سے پیچیدہ اور گھمبیر عالمی مسائل اور ان کی سب سے زہریلی اور سفاک جڑوں کی نشان دہی کرتا ہے جو نہ صرف لاطینی امریکی سماج اور کلچر کو گھن یا دیمک کی طرح ختم کرتی چلی جا رہی ہے، بلکہ ایک وبا کی طرح دنیا بھر کے معاشروں کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے۔ اِس ضمن میں پاؤلو کوئیلہو کا ایک مختصر کا اقتباس ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

"اس معاشرے کو ایک نہایت پیچیدہ اور گھمبیر مسئلہ درپیش تھا، اور یہ مسئلہ ایمیزون(-) کے گھنے جنگلات یا اوزون کی تہ کی تباہی، پانڈا کی موت، سگریٹ، کینسر کا سبب بننے والی اشیائے خورونوش یا جیلوں کی حالت نہیں تھا، جیسا کہ اخبارات میں بتایا جاتا تھا۔ یہ بلاشبہہ وہ چیز تھی جس کے ساتھ ماریا کام کر رہی تھی، سیکس۔"(۲۴)

محض اس سیکس کے باعث وہ جھوٹے، خود غرض، منافق، دھوکے باز، بد اخلاق، ریاکار، بدگمان، بزدل اور ظالم افراد تیار کر رہے تھے جو یقیناً ان کی اگلی کئی نسلوں، کلچر اور سماج کو تباہ و برباد کرنے کی جانب ایک خوف ناک اقدام کہا جا سکتا ہے۔ اس جنسی فعل کی خاطر وہ شادی، خاندان کی کفالت اور کاروبار بھی کرتے ہیں اور کاسمیٹک

،اشیائے خورونوش،ورزش،لباس اور فحش نگاری کی صنعت کو بھی قائم رکھتے ہیں جب کہ ماریا کے بلا مبالغہ اور دلیرانہ اعتراف کے مطابق یہ ایک رات تو کیا پینتالیس منٹ سے بھی کم کی بات تھی، جس میں سے مباشرت کے دوران صَرف ہونے والا وقت 'گیارہ منٹ' سے زیادہ نہیں ہو گا۔

''گیارہ منٹ''، ساری کائنات اس چیز کے ارد گرد گھوم رہی تھی، جس کے لیے محض گیارہ منٹ درکار تھے۔''

دنیا کے ترقی یافتہ اور قابلِ تقلید کہلائے جانے والے معاشرے اپنی ثقافت کے ساتھ اس طرح کا بہیمانہ سلوک اور کھلواڑ آخر کیوں کر رہے تھے۔ کیا صِرف ان گیارہ منٹوں کی وجہ سے؟

یقیناً جدید اور ترقی یافتہ کہلانے والے پوسٹ موڈرن مین کے لیے یہ ایک انتہائی اہم اور توجہ طلب سوال ہے، جس کا جواب دینے کے لیے 'ماریا' جیسی ''ہمت'' اور پاؤلو کوئیلہو جیسی ''جرأت'' کی ضرورت ہے۔ بہر حال صرف اسکنڈے نیوئن ممالک، یورپ اور لاطینی امریکہ ہی نہیں بلکہ دُنیا کے تمام معاشروں کے لیے یہ سوال نہ صرف بنیادی اہمیت کا حامل ہے بلکہ ایک سر اُٹھاتے ہوئے ایک آفاقی خطرے کی علامت ہے، جس کا تعلق انسانی اخلاقیات، اعلیٰ انسانی کلچر، بہترین انسانی اقدار اور رویوں کے ساتھ ہے اور پھر یہ کہ تانیثی نقطۂ نظر سے ایسی مخدوش اخلاقی صورتِ حال پر گہرے تفکر کے ساتھ ساتھ بڑا ادب تخلیق کرنے کی بھی ضرورت رہے گی اور ایسی مخدوش جنسی اور اخلاقی صورتِ حال پر شرمانے اور اسے ملفوف رکھنے کی بجائے مناسب اور موزوں اُسلوبِ نگارش کے ذریعے منصۂ شہود پر لانے کی اس لیے بھی ضرورت ہے کہ ایک جانب تو انسانوں کو خیر اور شر میں امتیاز کے لیے بصیرت اور شعور کا سامان فراہم کیا جائے، دوسرے یہ کہ خواتین کے ساتھ کسی بھی طرح امتیازی سلوک روا نہ رکھا جائے اور نہ ہی اُن کا نفسیاتی، معاشی اور جنسی سطح پر استحصال کیا جائے۔ ادبی تخلیقات خصوصاً افسانے کی صنف اور بڑے کینوس پر ناول ایسی صنفِ سخن ایسے تلخ موضوعات کی پیش کش اور سماجی حقیقت نگاری کے لیے بہت عمدہ وسیلہ ثابت ہو سکتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ پاؤلو کوئیلہو جیسے اہم اور معروف تخلیق کار اپنے فکر و فن میں کامیاب نظر آتے ہیں، وہ اس لیے کہ لکھنا ایسے تخلیق کاروں کا خواب اور آدرش ہے اور پاؤلو کوئیلہو تا حال اپنے خواب کی تعبیر میں مسلسل مصروف کار نظر آتے ہیں کیوں کہ اُن کا نصب العین نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ اُن کے مشاہدات اور سماجی تجربات میں اس لیے بھی وسعت، گہرائی اور گیرائی ہے کہ اُنھوں نے دُنیا کے متعدد ممالک اور سماجوں میں براہِ راست ٹریول (اسفار) کر کے، وہاں کی ثقافتوں کا عمیق نظری سے ذاتی مشاہدہ اور تجربہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے فکشن میں عرب کلچر کے ساتھ ساتھ اسکنڈے نیوئن ممالک، ہسپانوی کلچر اور سماجیات کی

حرکیات کی بازگشت بھی سُنائی دیتی ہے اور پھر یہ کہ بہ ذاتِ خود پاؤلو کوئیلہو لاطینی امریکی ممالک کی توجّہ پَل ہیں۔ اُن کے فکشن میں انسانی رویوں، اخلاقیات، اقدار و روایات کی کئی پرتوں اور جہات کا آشکار ہونا، ایک جانب تو اُن کے خوابوں کی تعبیر کا پورا ہونا کہا جا سکتا ہے تو دوسری جانب اُن کی تخلیقی تپسیا کا بین ثبوت بھی کہا جا سکتا ہے۔ وہ عام فہم پیرائے میں جابر اور مجبور، ظالم اور مظلوم کی جدلیات کی بھی سہولت کے ساتھ عکاسی کرتے نظر آتے ہیں اور اس کے سات ساتھ اُنھوں نے بین السطور انداز میں انسان کے وجود کی متعدد پرتوں کو کھولنے کی نہایت منفرد انداز سے کام یاب اور بھرپور طریقے سے سعی کی ہے۔ اُن کے فکشن میں نو آبادیاتی جبریت کے بھی کئی ایک شیڈز دیکھنے کو ملتے ہیں، خواہ وہ عرب امپیریل ازم کے مختلف شیڈز ہوں یا پھر ہسپانوی نو آبادیاتی دور کی جبریت کے مختلف اور متنوع رنگ ہی کیوں نہ ہوں!، ظاہر ہے کہ ہسپانوی امپیریل ازم نے بھی لاطینی امریکی ملکوں کے قدیم کلچر پر کئی طرح کے اثرات مرتب کیے ہیں جو پاؤلو کوئیلہو کی نظروں سے مخفی یا اوجھل نہیں ہیں۔

حوالہ جات

۱. ایلن رائیڈنگ:"رائٹنگ اِن اے گلوبل لینگویج"،(آرٹیکل)،نیویارک ٹائمز،۳۰اگست ۲۰۰۵ء
(https://www.nytimes.com)

2. Interview with Paulo Coelho, BBC World, Service book club. Dec 2004. (Paulo Coelho stated in 1986)

3. Life and letters: 'the Magus", The New Yorke,7 May 2007.

4. Biography, Archived,15 Oct 2009, at the way back machine, official site of Paulo Coelho.

۵. پاؤلو کوئیلہو:"کیمیا گر"،(دیباچہ از اُردو مترجم سیّد امتیاز احمد)،لاہور:زبیر بکس پبلشرز،۲۰۱۵ء،ص۶

۶. ایضاً،ص۱۹،۱۸

۷. ایضاً،ص۷

۸. آرٹیکل، سیل میگزین۔ڈاٹ کام،۰شمارہ:یکم مئی ۲۰۱۵ء
(https://Sailemagazine.com,01May 2015.)

۹. پاؤلو کوئیلہو:"کیمیا گر"،(مترجم سیّد امتیاز احمد)،لاہور:زبیر بکس پبلشرز،۲۰۱۵ء،ص۴۷

۱۰. ایضاً،ص۶۲

۱۱. پاؤلو کوئیلہو:"دس سال بعد"،(دیباچہ اُردو مترجم،کیمیا گر)،(ریوڈی جنیرو،نومبر ۲۰۰۲ء)،مترجم سید امتیاز احمد، لاہور:زبیر بکس پبلشرز،۲۰۱۵ء،ص۶

۱۲. ایلن رائیڈنگ:"رائٹنگ اِن اے گلوبل لینگویج"،نیویارک ٹائمز،۳۰اگست،۲۰۰۵ء

۱۳. پاؤلو کوئیلہو:"گیارہ منٹ"(دیباچہ از اُردو مترجم عدیل احمد گیارہ منٹ)،لاہور:فکشن ہاؤس،۲۰۱۷ء،ص۵

۱۴. ایضاًص۵

15. Literary Criticism:Sabado,Marso,Genre Criticism, Eleven minutes by Paulo Coelho, 2013

۱۶. میلان کنڈیرا:"وجود کی ناقابلِ برداشت لطافت"،(مترجم محمد عمر میمن)،راولپنڈی،(ادبی رسالہ "سمبل")،سال نامہ،جولائی تا دسمبر ۲۰۰۷ء،ص۷۵

۱۷. پاؤلو کوئیلہو:"گیارہ منٹ"،(مترجم عدیل احمد)،لاہور:فکشن ہاؤس،۲۰۱۷ء،ص۵۷

۱۸. ایضاً ص۵۹

19. Harper Collins Publishers: Review posted online: May 20,2010. Kirkuserview.com,issue:Feb 15,2004,published on April,1,2004.

۲۰. ایلن رائیڈنگ:"رائیٹنگ اِن اے گلوبل لینگویج"،نیویارک ٹائمز،۳۰اگست ۲۰۰۵ء

۲۱. میلان کنڈیرا:"وجود کی ناقابلِ برداشت لطافت"،(مترجم محمد عمر میمن)،راولپنڈی،(ادبی رسالہ "سمبل")،سال نامہ،جولائی تا دسمبر ۲۰۰۷ء،ص۷۵

۲۲. پاؤلو کوئیلہو:"گیارہ منٹ"،(مترجم عدیل احمد)،لاہور،فکشن ہاؤس،۲۰۱۷ء،ص۲۵۵

۲۳. ایضاً ص۲۵۳،۲۵۲

۲۴. ایضاً ص۸۸،۸۷